www.KitaboSunnat.com

نقطہ نظر

ڈاکٹر محمد امین☆

معاشرے میں دینی مدارس کا کردار

مضمون نگار معروف دانشور اور متعدد کتب کے مصنف ہیں۔ بالخصوص نظامِ تعلیم پر نہ صرف چند ایک کتب لکھ چکے ہیں بلکہ خود دینی مدارس سے فاضل طلبہ کو عصری افکار سے آراستہ کرنے کے لئے دو تین سالوں سے ایک ادارہ بھی چلا رہے ہیں۔ آپ کا زیر نظر مضمون راقم کے اس مضمون پر ایک مختصر تبصرہ ہے جو گذشتہ ماہ ادارتی صفحات میں شائع ہوا ہے۔ موصوف کا نقطہ نظر پڑھئے اور اس پر راقم کے جوابی تبصرہ کا انتظار فرمایئے، جس میں مضمون میں پیش کردہ معروضات پر دوسرا اور دینی مدارس کا نقطہ نظر پیش کیا گیا ہے۔ حافظ حسن مدنی

متعدد وجوہ سے پاکستان میں دینی مدارس کا کردار کچھ عرصہ سے زیر بحث ہے۔ 'محدث' کے نوجوان اور فاضل مدیر نے اکتوبر ۲۰۰۵ء کے شمارے میں ایک عمدہ شذرہ اس موضوع پر لکھا ہے اور ان لوگوں کے اعتراض کا جواب دینے کی کوشش کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے دینی مدارس ایسے فضلا تیار کرتے ہیں جن کا معاشرے کی تعمیر و ترقی میں کوئی کردار نہیں۔

جناب حافظ حسن مدنی صاحب نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ معاشرے کا سارا نظام (سیاسی، معاشی، قانونی، انتظامی، تعلیمی وغیرہ) غیر اسلامی بنیادوں پر چل رہا ہے لہٰذا مدارس میں علما جو اسلامی علوم و فنون پڑھتے ہیں، وہ اس معاشرتی ڈھانچے میں غیر اہم اور غیر متعلق ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ اس کی بنیادی ذمہ داری ہمارے حکمران طبقوں پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے مغربی تہذیب اور مستعمر انگریز حاکموں کی پیروی کرتے ہوئے معاشرے کا نظام نہیں بدلا اور وہ ابھی تک غیر اسلامی بنیادوں پر چل رہا ہے۔⊙ ظاہر ہے حافظ مدنی صاحب کا یہ جواب غلط نہیں ہے لیکن یہ معاملے کے صرف ایک پہلو پر بحث کرتا ہے جب کہ

☆ سینئر ایڈیٹر، دائرۂ معارفِ اسلامیہ، جامعہ پنجاب لاہور اور کنوینر 'تحریکِ اصلاحِ تعلیم'، لاہور

⊙ اس مضمون میں جلد بندی کی غلطی سے دو صفحات ایک دوسرے کی جگہ شائع ہو گئے تھے، قارئین سے درخواست ہے کہ شمارہ اکتوبر ۲۰۰۵ء کے صفحہ ۵ کو ص ۴ اور صفحہ ۴ کو ص ۵ کی جگہ پڑھا جائے۔ شکریہ   ادارہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات یہاں ختم نہیں ہوتی اور ذہن میں کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں، مثلاً یہ کہ اس صورتِ حال کی اصلاح کیسے ہوگی، یہ اصلاح کون کرے گا اور کیا اس اصلاح میں دینی مدارس کوئی کردار ادا نہیں کرسکتے ؟ آئندہ سطور میں ہم انہی سوالات کے حوالے سے کچھ معروضات پیش کریں گے :

اس بارے میں دو رائیں نہیں ہوسکتیں کہ مسلم معاشرے کو اسلام پر قائم رکھنا تاکہ مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیاں قرآن وسنت کے مطابق گزاریں، بنیادی طور پر علماے کرام کی ذمہ داری ہے، خصوصاً جب مسلم حکمران یہ کام کرنے اور اس میں معاون بننے کی بجائے بگاڑ پر تل جائیں تو معاشرے کو اسلام پر قائم رکھنے کی ساری ذمہ داری دینی عناصر اور علماے کرام کی طرف منتقل ہوجاتی ہے۔ علماے کرام یہ کام کیسے کریں؟ اُنہیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ دن رات قرآن وحدیث پڑھتے، پڑھاتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اس کا منصوص اور مسنون طریقہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیا خصوصاً آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو بتایا اور سکھایا اور جس پر آپ ﷺ نے ساری زندگی عمل کیا یعنی تعلیم کتابت وحکمت اور تزکیۂ نفوس [1] یا آج کی اصطلاح میں تعلیم وتربیت۔

جب افرادِ معاشرہ کی اصلاح ہوگی تو معاشرے اور اس کے نظام کی بھی اصلاح ہوجائے گی کیونکہ معاشرہ افراد ہی سے مل کر بنتا ہے اور اس کے نظام کو افراد ہی چلاتے ہیں۔ یہ کام صبر طلب اور دِقت طلب ضرور ہے لیکن ایک تو منصوص ہے دوسرے معقول ہے یعنی عقل ودانش کے تقاضوں کے بھی عین مطابق ہے کیونکہ یہ پُرامن اور آئینی ہے اور اس کے نتائج مستقل اور دیرپا ہوتے ہیں اور اس سے اُن افراد کی بھی اصلاح ہوجاتی ہے جو حکومت چلاتے ہیں۔ (غیر صالح مسلم حکمرانوں کو سیاسی قوت سے ہٹا کر ان کی جگہ لینے کے لئے علما اور صلحا نے جب بھی کوششیں کیں، وہ ناکام رہیں۔ ماضی بعید میں بھی، ماضی قریب میں بھی اور آج کل بھی جو کوششیں ہورہی ہیں ان کے بارآور ہونے کی بھی کوئی توقع نظر نہیں آتی۔ اس مظہر کے اسباب وعلل کی تفصیل میں جانے کا یہ موقع نہیں۔)

اب سوال یہ ہے کہ جب علماے کرام نے موجودہ غیر اسلامی معاشرے کو اسلامی بنانا ہے

---

[1] الاعلیٰ ۸۷:۱۴تا۱۹...... النازعات ۷۹:۱۸ اور البقرۃ ۲:۱۲۹،۱۵۱ وغیرہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تعلیم و تربیت کے ذریعے بنانا ہے تو اس کا دائرۂ کار اور طریق کار کیا ہونا چاہئے؟ پیشتر اس کے کہ ہم اس موضوع پر ذرا تفصیلی گفتگو کریں، یہ ذہن میں رہے کہ نظامِ تعلیم و تربیت کے دائرہ کار، حکمتِ عملی اور اس کی تفصیلات کا انحصار دو بنیادی اُصولوں پر ہوتا ہے: ایک اس معاشرے کے ورلڈ ویو (تصورِ انسان، تصورِ کائنات اور تصورِ الٰہ) پر اور دوسرے اس کے نظامِ تعلیم و تربیت کے اہداف و مقاصد پر۔ مسلمانوں کا ورلڈ ویو ہے: توحید، رسالت اور آخرت اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے عبد ہیں اور ہمیں اس دنیا کی زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق گزارنی ہے تاکہ وہ ہم سے راضی ہوجائے اور ہم آخرت میں اس کی خوشنودی کے مستحق ٹھہریں۔ اب دنیا کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے دار الاسباب بنایا ہے لہٰذا دنیا میں کامیابی کے لئے (اللہ کی نصرت و تائید کے بعد) جو بات ضروری و ناگزیر ہے، وہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں اسبابِ دنیا فراہم اور مہیا کرنے کی صلاحیت غیر مسلموں سے بہتر و برتر ہو۔ یہ صلاحیت کیسے پیدا ہوتی ہے؟ یہ صلاحیت پیدا ہوتی ہے اپنے نظریۂ حیات سے مستحکم وابستگی کے نتیجے میں۔ چنانچہ جب قرونِ اولیٰ کے مسلمان دین سے صحیح معنوں میں جڑ گئے تو ان کے اندر یہ صلاحیت پیدا ہوگئی اور اُس وقت کی سپر پاورز اُن کے مقابلے میں ریت کی دیوار ثابت ہوئیں اور کئی صدیوں تک مسلمان دنیا پر چھائے رہے اور وہ سیاست، معیشت، معاشرت اور تہذیب و تمدن میں ساری دنیا سے آگے نکل گئے۔

گویا آج علمائے کرام اور دینی قوتوں کو جو چیلنج درپیش ہے اور ان کے سامنے جو ہدف ہے وہ یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو ان کے دین اور نظریۂ حیات سے اس محکم طور پر وابستہ کردیں کہ وہ اپنی دنیاوی زندگی ہر پہلو سے اللہ کے احکام کے مطابق گزاریں اور دنیاوی اسباب دوسروں سے بہتر طور پر مہیا کرنے پر قادر ہوجائیں تاکہ وہ دنیا میں بھی کامیاب ہوں اور آخرت میں بھی، گو اصل کامیابی تو آخرت ہی کی ہے۔

مندرجہ بالا تصریحات سے واضح ہوگیا کہ مسلمانوں کا ورلڈ ویو توحید، رسالت اور آخرت ہے اور ان کا ہدف یہ ہے کہ وہ اللہ کو راضی کرنے کے لئے اپنے دین سے محکم طور پر اس طرح وابستہ ہوجائیں کہ وہ دنیاوی زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق گزارنے کے قابل

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جائیں اور اسبابِ دنیا دوسروں سے بہتر طور پر حاصل کرنے پر قادر ہو جائیں تاکہ انہیں دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی حاصل ہو اور یہ کہ یہ ہدف انہوں نے تعلیم، کتاب و حکمت اور تزکیۂ نفوس (نظامِ تعلیم و تربیت) کے ذریعے حاصل کرنا ہے، تو اب باقی یہ بات غور طلب رہ جاتی ہے کہ اس کی حکمتِ عملی اور طریقہ کار کیا ہو؟ اس حکمتِ عملی پر تفصیلی گفتگو چونکہ طوالت کا باعث ہوگی، اس لئے ہم محض چند بنیادی باتوں کی طرف اشارات تک محدود رہیں گے۔ اساسی بات یہ ہے کہ مسلم معاشرہ پچھلے چودہ سو سال سے 'الحمدللہ' بالانقطاع قائم ہے جس میں ایک ہزار سال تک ہم دنیا پر غالب و برتر رہے ہیں، اس عرصے میں ہمارے اسلاف نے تعلیم و تربیت کے نظام کو جس طرح تشکیل دیا اس کے اہم خصائص اور سنگ ہائے میل یہ رہے ہیں:

① یہ نظام تعلیم و تربیت مؤحد تھا یعنی اس میں دینی اور دنیاوی علوم کی تدریس الگ الگ اور خانوں میں بٹی ہوئی نہ تھی بلکہ نظامِ تعلیم میں وحدت تھی کیونکہ اسلامی ورلڈ ویو میں دین و دنیا کی تفریق موجود ہی نہیں۔ صرف ایک آدھ مثال، مثلاً امام فخرالدین رازی جو چھٹی صدی ہجری کے بہت بڑے عالم دین ہیں، وہ مفسر قرآن بھی تھے، فقیہ (ماہر قانون) بھی تھے، فلسفی بھی تھے، ماہر علم الکلام (دینی عقائد و مسائل کو عقل کے مطابق ثابت کرنا) بھی تھے، طبیب بھی تھے، کیمیا دان (یعنی سائنسدان) بھی تھے، ماہر فلکیات (اسٹرالوجسٹ) بھی تھے۔ مہندس (انجینئر) بھی تھے، مؤرخ بھی تھے، لغوی بھی تھے، پامسٹ (ہاتھ کی لکیروں کے ماہر) بھی تھے اور عامل (ماہر طلسم و نیرنجات و قیافہ، آج کل یہ اُمور علم البشر (Anthropology) کا ایک حصہ سمجھے جاتے ہیں) بھی تھے۔②

برصغیر ہندوستان کی ایک مثال لیجئے کہ حضرت مجدد الف ثانی (بہت بڑے عالم دین)، نواب سعد اللہ (ہندوستان کی مرکزی حکومت کے وزیر اعظم گویا بڑے سیاستدان اور منتظم) اور احمد معمار لاہوری (بہت بڑے سول انجینئر اور ماہر تعمیرات (آرکیٹیکٹ) جنہوں نے آگرہ کا تاج محل بنایا، یہ تینوں ہم درس تھے۔③

② اُردو، دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۱۵ / ص ۱۹۴، مابعد، جامعہ پنجاب لاہور، ۱۹۷۵ء

③ ڈاکٹر محمود احمد غازی، ماہنامہ الشریعہ، شمارہ مارچ ۲۰۰۵ء، ص ۱۴

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② یہ نظامِ تعلیم علماے کرام کے ہاتھ میں تھا۔

③ یہ نظامِ تعلیم پرائیویٹ سیکٹر میں تھا، حکومت کے کنٹرول میں نہ تھا بلکہ حکمران اور عوام اس نظامِ تعلیم کو چلانے کے لئے علماے کرام کی معاونت کرتے تھے۔

④ تزکیۂ نفس یعنی تربیت اس نظامِ تعلیم کا جزوِ لاینفک تھی اور وہ ہر طالب علم کو باعمل مسلمان بناتی تھی۔

⑤ یہ نظامِ تعلیم فلاحی بنیادوں پر چلتا تھا تجارتی بنیادوں پر نہیں، گویا یہ خدمت تھی نہ کہ بزنس۔

⑥ یہ ایک متحرک، ترقی پذیر، عملی اور کامیاب نظامِ تعلیم تھا یعنی اس میں نصاب اور طریق تدریس ضرورت کے مطابق تبدیل ہوتا رہتا تھا۔ یہ معاشرے کی عملی ضرورتوں کو پورا کرتا تھا یعنی معاشرے کو جو علماے دین، طبیب (ڈاکٹر)، مہندس (انجینئر)، قاضی (جج)، کلکٹر (مالی منتظم)، وزیر (سیاستدان/منتظم)، معلم (استاد)، تاجر (بزنس مین)، اہل حرفہ (ٹیکنیشن) وغیرہ درکار ہوتے تھے، وہ تیار کرتا تھا۔ وہ معاشرے کی دینی، روحانی اور نظریاتی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے علماے کرام بھی تیار کرتا تھا اور زندگی کے دوسرے شعبوں کے لئے ایسے افراد بھی تیار کرتا تھا جو ضروری دینی علم بھی رکھتے تھے۔ باعمل مسلمان بھی ہوتے تھے اور اپنے فن میں بھی ماہر ہوتے تھے۔ یوں وہ علمی اور عملی ہر لحاظ سے ایک کامیاب نظامِ تعلیم وتربیت تھا۔

ہمارا خیال ہے کہ علماے کرام کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ مذکورہ خطوط پر اسلاف کے قائم کردہ نظامِ تعلیم وتربیت کا احیا کردیں اور اپنے مدارس کے نظامِ تعلیم کی اصلاح کرکے اسے اسلاف کے نظامِ تعلیم کے مطابق بنا دیں۔ اس کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ وہ نظام تعلیم کی موجودہ ثنویت ختم کردیں[④] اور یہ سمجھنا چھوڑ دیں کہ ان کا کام صرف ایسے علما تیار کرنا ہے جو مساجد اور مدارس کا نظام سنبھالیں اور ایسے افراد تیار کرنا جو معاشرے کا نظام چلائیں دوسرے افراد کا کام ہے، جن کی اکثریت نہ دین کو سمجھتی ہے اور نہ اس کے تقاضوں کو (اور سمجھتی بھی ہے تو اس پر عمل نہیں کرتی)۔ نہیں بلکہ اہل مدارس کا کام ایسے علما تیار کرنا ہے جو پورے معاشرے

④ مغرب کے سیکولرزم کی طرح مسلمانوں کا یہ سیکولرزم بھی غیر اسلامی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا نظام سنبھالیں۔ اگر وہ محض ایسے علما تیار کرتے رہیں گے جو صرف مساجد اور مدارس کا نظام سنبھالنے کے قابل ہوں تو ظاہر ہے یہ علما ہمیشہ مساجد اور مدارس تک ہی محدود رہیں گے، لیکن اگر وہ ایسے علما تیار کریں جو پورے معاشرے کا نظام سنبھالنے کے قابل ہوں تو پھر وہ مؤثر طریقے سے معاشرے پر اثر انداز ہوسکیں گے اور معاشرے کے نظام کو اسلامی حوالے سے تبدیل کرسکیں گے۔

اس وقت کیفیت یہ ہے کہ ہمارے علمائے کرام اپنے مدارس میں چند ہزار علمائے کرام تیار کرکے سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اپنا فرض ادا کردیا اور وہ ان کروڑوں بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کی فکر نہیں کرتے جو اس معاشرے کا جزوِ اعظم ہیں اور جنہوں نے اس معاشرے کو چلانا ہے۔ ظاہر ہے اس کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ وہ طلبہ معاشرے میں غیر اسلامی نظام کے علمبردار اور اس کے کل پرزے بنیں گے اور کبھی بھی اس معاشرے کا نظام اسلامی نہیں بن سکے گا اور نہ علمائے کرام اس معاشرے پر اور خصوصاً اسے چلانے والے حضرات پر مؤثر طریقے سے اثر انداز ہوسکیں گے۔

یہ کام کیسے ہوسکتا ہے، اس کے تقاضے کیا ہیں اور اس کی حکمتِ عملی کیا ہونی چاہئے؟ ہم اس بارے میں بھی اپنی معروضات پیش کرسکتے ہیں لیکن فی الحال ہم اس کی تفصیل میں عمداً جانا نہیں چاہتے۔ دینی مدارس چلانے والے علمائے کرام میں بہت پڑھے لکھے، سنجیدہ اور جہاندیدہ افراد موجود ہیں۔ جب وہ اس نقطہ نظر کے قائل ہوجائیں گے تو راستے خود سوچ لیں گے۔ ضرورت اس چیز کی ہے کہ وہ اس معاملے میں اُس تناظر میں غور فرمائیں جو ہم نے پیش کیا ہے اور اس سوچ سے آگے بڑھیں کہ اُن کا کام صرف ایسے دینی مدارس چلانا ہے جو مساجد اور مدارس کے لئے افراد تیار کریں۔ جب وہ اس سوچ سے آگے بڑھیں گے تو اُنہیں خود اندازہ ہوجائے گا کہ دینی مدارس اس معاشرے کی اصلاح اور اس کی ترقی میں نہایت اہم کردار ادا کرسکتے ہیں اور جیسا کہ ہماری روایت اُور تاریخ ہے، وہ اس کے لئے حکومتوں کے بھی محتاج نہیں۔ مسلم معاشرے اور عوام نے ماضی میں بھی ان کا ساتھ دیا، اس وقت بھی دے رہے ہیں اور ان شاء اللہ آئندہ بھی دیں گے۔ ویسے بھی ہمارے ہاں پرائیویٹ سیکٹر میں تعلیم کو اتنی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھوٹ ملی ہوئی ہے کہ اپنے سکول، کالج اور یونیورسٹیاں آسانی سے بنائی جاسکتی ہیں جن میں نیت صادق ہو تو اسلامی تناظر میں کام کرنے کی بہت زیادہ گنجائش موجود ہے۔

ممکن ہے کوئی صاحب کہیں کہ ہماری بات بہت آئیڈیل اور کتابی ہے اور اس پر عمل درآمد مشکل ہے۔ ہم نے کب کہا کہ یہ آسان ہے...... اور حق کا راستہ آسان کب ہوتا ہے؟ خصوصاً جب معاشرے کی کارفرما قوتیں بھی اس کی مزاحم ہوں! لیکن ہمارے اسلاف اور علمائے کرام نے ہمیشہ حق ہی کی پاسداری کی ہے اور اس کے لئے قربانیوں سے کبھی دریغ نہیں کیا۔ اپنے سامنے تو انسان ہمیشہ آئیڈیل ہی رکھتا ہے، پھر جب وہ عملی مرحلے میں داخل ہوتا ہے تو جتنی توفیق اسے ملتی ہے، اتنا ہی وہ کامیاب ہوتا ہے۔ جب آدمی منزل کا تعین کرلے اور اس کی طرف جانے والے راستے پر چل پڑے تو پھر عشاق کا قافلۂ سخت جاں یہ نہیں دیکھتا کہ اس نے کتنے قدم اُٹھائے اور کتنی کامیابی حاصل کی؟ اس کی کامیابی یہی ہوتی ہے کہ وہ منزل کی طرف چلتا رہے، آبلہ پا بھی اور پا بجولاں بھی!!

لاہور کی سب سے بڑی سلفی درسگاہ

جامعة لاهور الاسلامية (رحمانیہ) میں

نئے تعلیمی سال کا آغاز ۱۲ر نومبر ۲۰۰۵ء سے ہوچکا ہے۔

نئے سال کے لئے داخلے جاری ہیں

كلية الشريعة کی پہلی کلاس میں داخلہ کے لئے مڈل پاس اور كلية القرآن میں داخلہ کیلئے حافظِ قرآن اور لکھائی کی صلاحیت ضروری ہے۔

تعلیم، قیام وطعام اور طبی وغیرہ ہر قسم کی سہولیات بالکل مفت، بلا معاوضہ ہیں

۹۱ر بابر بلاک نیو گارڈن ٹاؤن نزد برکت مارکیٹ، لاہور فون: ۵۸۶۲۳۲۹

ماہنامہ محدث کے کمپوزر جناب سمیع الرحمٰن کے دادا جان اور مرکزی دفتر جامعہ لاہور الاسلامیہ کے ناظم مولانا محمد اقبال نوید کے والدِ گرامی مہر علی صاحب قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون قارئین سے مغفرت اور بلندئ درجات کی دعا کی خصوصی درخواست ہے۔ ادارہ محدث

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ